''اس ترمیم نے مرزا قادیانی کے پیروکاروں کو جو عموماً احمدیوں کے نام سے معروف ہیں، غیر مسلم قرار دے دیا تھا۔ یہ ترمیم جمہوری، پارلیمانی نیز عدالتی طریقے پر کی گئی تھی اور پورے ہاؤس پر مشتمل خاص کمیٹی کی طویل روئیداد کے دوران احمدیوں کے دونوں گروہوں کے مسلمہ لیڈروں کو بھی اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا پورا موقع فراہم کیا گیا تھا۔ اس کمیٹی کو پیش کی جانے والی قرارداد میں (جس کے محرکین میں دوسروں کے علاوہ وہ واحد رکن بھی شامل تھا، جس نے بعد میں واک آؤٹ کیا تھا) یہ تصریح بھی موجود تھی کہ: ''احمدی اندرونی اور بیرونی سطح پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔'' اور یہ کہ:

''اس وقت مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والی ایک کانفرنس نے جس میں دنیا بھر سے 140 وفود نے شرکت کی تھی، بالاتفاق قرار دیا تھا کہ ''قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف سرگرم عمل ایک تخریبی تحریک ہے جو دھوکے اور مکاری سے ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔''

(مباحثہ قومی اسمبلی پارلیمنٹ جلد 4، 1974ء)''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دل کی بات

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کو قادیانیوں نے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کرتے ہوئے اسے قرآن وسنت کی تعلیمات اور بنیادی حقوق کے منافی قرار دینے کی درخواست کی۔ فاضل عدالت کے پانچ جج صاحبان نے اپنے مفصل اور متفقہ فیصلہ کے ذریعے قادیانیوں کی اپیلوں کو خارج کر دیا اور آرڈیننس کو قرآن وسنت اور بنیادی حقوق کے مطابق قرار دیا۔

قادیانیوں نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کو سپریم کورٹ آف پاکستان کے وفاقی شرعی اپیل بنچ میں کالعدم قرار دینے کی اپیل کی۔ سپریم کورٹ کے 5 رکنی بنچ نے اس کی سماعت کی۔ جناب جسٹس محمد افضل ظلہ اس کے چیئرمین تھے۔ اراکین میں جسٹس نسیم حسن شاہ، جسٹس شفیع الرحمٰن، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی شامل تھے، سماعت کے لیے جونہی کوئی تاریخ نکلتی، قادیانی درخواست دے کر سماعت رکوا دیتے۔ اڑھائی سال تک اسی طرح ہوتا رہا۔ بالآخر 10 جنوری 1988ء کو اس کی راولپنڈی سپریم کورٹ میں سماعت شروع ہوئی۔ قادیانیوں اور لاہوری مرزائیوں نے پھر روایتی دجل سے کام لیا، عدالت کے کام میں روڑے اٹکائے۔ غیر ضروری طوالت دینے کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال میں لائے اور بالآخر ایک درخواست کے ذریعہ عدالت سے اپنی اپیلوں کو واپس لینے کی استدعا کی۔ قادیانیوں اور لاہوری مرزائیوں کی واپسی اپیلوں کی درخواست پر سپریم کورٹ آف پاکستان کے پانچوں جج صاحبان نے متفقہ فیصلہ تحریر فرمایا۔ یہ فیصلہ مسٹر جسٹس محمد افضل ظلہ نے، جو اس وقت اپیل بنچ کے چیئرمین تھے اور بعد میں چیف جسٹس آف پاکستان بنے، نے تحریر فرمایا اور باقی جج صاحبان نے اس سے اتفاق کیا۔ فیصلہ میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے وفاقی شرعی عدالت اپیل بنچ نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کو بحال رکھا۔ حق تعالیٰ شانہ نے امت محمدؐیہ کی ایک دفعہ پھر دستگیری فرمائی۔ قادیانی ایک اور ذلت سے دوچار ہوئے۔ فیصلہ پڑھئے اور آگے بڑھئے۔ رحمت حق، شفاعت پیغمبرؐ، آپ کے شامل حال ہو۔

دعا گو

امین بحرمۃ النبی الامی الکریم

عزیز الرحمٰن جالندھری

خادم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

(صدر دفتر ملتان، پاکستان)

سپریم کورٹ آف پاکستان میں

....

(شرعی مرافعہ کا دائرہ کار)

سماعت کنندہ بنچ

- جناب جسٹس محمد افضل ظلہ، چیف جسٹس
- جناب جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ
- جناب جسٹس شفیع الرحمٰن
- جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ
- جناب جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی

شرعی مرافعہ نمبر 24 برائے 1984ء

....

شرعی مرافعہ نمبر 25 برائے 1984ء

(شریعت پٹیشن نمبر 17 آئی 1984ء، 2 ایل 1984ء، 17 ایل 1984ء اور 21 ایل 1984ء میں وفاقی شرعی عدالت، لاہور کے فیصلے/احکامات مجریہ 12/8/1984 کے خلاف اپیل)

کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالواجد

اور ایک دوسرا (ایس اے 24/1984ء)

مجیب الرحمٰن اور تین دیگر — اپیل کنندگان

(ایس اے 25/1984ء)

بنام

وفاقی حکومت پاکستان

مدعی علیہ

بتوسط اٹارنی جنرل آف پاکستان

....

برائے اپیل کنندہ نمبر 1	مسٹر منظور الٰہی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ
(ایس اے 24/1984ء	
اپیل کنندہ نمبر 2	شخصی طور پر
(ایس اے 24/1984ء)	
برائے اپیل کنندگان	مسٹر مجیب الرحمٰن شخصی طور پر
(ایس اے 25/1984ء)	مسٹر حمید اسلم قریشی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ
	اور دیگران شخصی طور پر
برائے مدعی علیہ	ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی
(دونوں معاملات میں)	ڈپٹی اٹارنی جنرل
	چوہدری اختر علی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ
تاریخ سماعت برائے	1988/ 1 /10ءراولپنڈی
(ایس اے نمبر 24/1984ء)	1988/ 1/11ءراولپنڈی
تاریخ سماعت برائے	1988/ 1/ 10ءراولپنڈی
(ایس اے 25/1984ء)	
تاریخ فیصلہ:	11 جنوری 1988ء

فیصلہ

محمد افضل ظلہ' چیف جسٹس

اپیل نمبر 24 اور 25 میں جو علی الترتیب دو اور چار اپیل کنندگان کی جانب سے مشترکہ طور پر دائر کی گئیں' وفاقی شرعی عدالت کے ایک فیصلے کو چیلنج کیا گیا ہے جو دستور کی دفعہ 203۔ڈی کے تحت دیا گیا تھا۔انہیں دفعہ 203۔ایف کے تحت داخل کیا گیا اور چونکہ اب انہیں واپس لے لیا گیا' اس لیے انہیں خارج کر دیا گیا ہے۔

متنازعہ فیصلہ اپیل کنندگان کی ان دو درخواستوں پر دیا گیا تھا' جنہیں انہوں نے الگ الگ پیش کیا اور ان میں ایک قانون ''قادیانی گروہ' لاہوری گروہ اور احمدیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں (کی ممانعت اور سزا) کے آرڈیننس مجریہ 1984ء'' کو چیلنج کرتے ہوئے اسے دفعہ 203۔ڈی کے مطابق ''احکام اسلام'' کی رُو سے کالعدم قرار دینے کی درخواست کی تھی۔عدالت نے اس دفعہ کی ذیلی شق (2) (الف) کے مطابق مفصل وجوہ (جو 200 سے زائد صفحات پر مشتمل ہیں) بیان کرتے ہوئے دادرسی سے انکار کر دیا تھا۔

اپیل نمبر 24 /1984ء احمدیوں کے لاہوری گروہ اور اپیل نمبر 25 /1984ء ان کے قادیانی گروہ کی طرف سے دائر کی گئی ہیں' جیسا کہ انہیں آرٹیکل 106 اور آرٹیکل 260 کی ذیلی شق (3) میں قرار دیا گیا ہے۔دراصل ان دفعات کا اضافہ' بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہونے والے ان انتخابات میں' جنہیں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ تسلیم کیا گیا' باقاعدہ منتخب ہونے والی پارلیمنٹ نے 1974ء کی دوسری آئینی ترمیم کو منظور کرتے ہوئے کیا تھا۔اس عدالت نے بھی' ملک کے دو حصوں میں تقسیم ہونے کے بعد' اسے آئین سازی کے اہل تسلیم کیا تھا۔اس نے یہ ترمیم اس مقصد کے لیے صرف ووٹوں کی مطلوبہ لازمی اکثریت سے نہیں بلکہ دونوں ایوانوں میں اتفاق رائے سے پاس کی تھی' جبکہ اس کے خلاف کوئی ووٹ نہ تھا۔اس کے اصل محرکین میں سے ایک کا صرف ایک رکنی واک آؤٹ بھی' جیسا کہ سرکاری ریکارڈ/ کارروائی سے واضح ہے' محض اس بنا پر تھا کہ یہ ترمیم ناکافی ہے۔

اس ترمیم نے مرزا قادیانی کے پیروکاروں کو' جو عموماً احمدیوں کے نام سے معروف ہیں' غیر مسلم قرار دے دیا تھا۔یہ ترمیم جمہوری' پارلیمانی نیز عدالتی طریقے پر کی گئی تھی اور پورے ہاؤس پر مشتمل خاص کمیٹی کی طویل روئیداد کے دوران احمدیوں کے دونوں گروہوں کے مسلمہ لیڈروں کو بھی اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا پورا موقع فراہم کیا گیا تھا۔اس کمیٹی کو پیش کی جانے والی قرارداد میں (جس کے محرکین میں دوسروں کے علاوہ وہ واحد رکن بھی شامل تھا' جس نے بعد میں واک آؤٹ کیا تھا) یہ تصریح بھی موجود تھی کہ:

''احمدی اندرونی اور بیرونی سطح پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔''

اور یہ کہ:

''اس وقت مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والی ایک کانفرنس[1] نے جس میں دنیا بھر سے 140 وفود نے شرکت کی تھی' بالاتفاق قرار دیا تھا کہ ''قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف سرگرم عمل ایک تخریبی تحریک ہے جو دھوکے اور مکاری سے ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔'' (مباحثہ قومی اسمبلی پارلیمنٹ' جلد 4' 1974ء)

ان وجوہ کی بنا پر ترمیم کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔ اس خاص کمیٹی نے اپنی طویل سماعت اور مفصل کارروائی (جو ریکارڈ کا حصہ ہے) مکمل کرنے کے بعد اتفاق رائے سے درجِ ذیل قرارداد منظور کی:

(الف) پاکستان کے دستور میں درج ذیل ترمیم کی جائے:

(1) آرٹیکل 106(3) میں قادیانی گروہ اور لاہوری گروہ کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر شامل کیا جائے۔

(2) آرٹیکل 260 میں ایک نئی شق کا اضافہ کر کے اس میں غیر مسلم کی تعریف کر دی جائے۔

ان سفارشات کو عملی شکل دینے کے لیے خاص کمیٹی کا متفقہ طور پر منظور کردہ ایک مسودہ منسلک ہے۔

(ب) تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295 (الف) میں درج ذیل توضیح کا اضافہ کیا جائے:

توضیح: ''جو مسلمان دستور کے آرٹیکل 260 کی شق (3) میں درج کردہ حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کے عقیدے کے خلاف اظہار کرے گا' عمل کرے گا یا تبلیغ کرے گا' وہ اس دفعہ کے تحت سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔''

(گزٹ آف پاکستان کا غیر معمولی شمارہ' مجریہ 14/ 11/ 1974ء پی پی 1205 اور 1206)

کمیٹی کی طرف سے پیش کردہ مسودہ وہی تھا' جسے بالآخر پارلیمنٹ نے منظور کر لیا۔

(متن کے لیے دیکھئے: مباحثہ قومی اسمبلی پارلیمنٹ' جلد 5' 1974ء)

یہ امر ملحوظ رہے کہ اس خاص کمیٹی نے مجموعہ تعزیرات میں بھی ترمیم کرنے کی سفارش کی تھی۔ اس امر کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ان اقدامات کا مقصد احمدیوں (جو اپیل نمبر 24/1984ء کے تحت پیش کردہ ضمیمہ مورخہ 15/ 1/ 1985ء میں درج وجہ نمبر 10 میں اپیل کنندگان (قادیانیوں) کے اپنے بیان کے مطابق ان مسلمانوں کے مقابلے میں ''خوردبینی اقلیت''

ہیں، جو (مسلمان) نہ صرف یہ کہ پاکستان میں ''وسیع اکثریت'' میں ہیں، بلکہ عالم اسلام کی سطح پر تو ان (قادیانیوں) کی حیثیت اور بھی کم ہو جاتی ہے)، کی حیثیت کے بارے میں اس طویل نزاع کو حل کرنا ہے جو تقریباً پون صدی سے ملک میں چلا آ رہا ہے۔ ماضی میں اس نزاع پر خون ریزی، مارشل لاء کا نفاذ، عدالتی تحقیقات، مداخلت اور کارروائیاں اور احتجاج بھی ہوتے رہے ہیں۔ اس سے قبل یہ تمام حل آزمائے جا چکے تھے۔ اس بار دستوری اور پارلیمانی طریقہ کار اپنایا گیا تھا۔ جس قانون کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا گیا تھا، وہ بھی متذکرہ بالا صورتِ حال کا حاصل اور بدیہی نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ اور اس سے مقصود بھی یہی ہے کہ احمدیوں کی کچھ ان سرگرمیوں کو روکا جائے جو ان سنگین نتائج کا پیش خیمہ ثابت ہوئی ہیں۔

اب جہاں تک ان اپیلوں کا تعلق ہے تو جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اپیل کنندگان نے مذکورہ قانون کو احکام اسلام کی کسوٹی پر وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا تھا۔ اسے دستور کے آرٹیکل 203۔ڈی کی رو سے یہ خصوصی اختیار حاصل ہے کہ وہ اسے احکام اسلام کے منافی قرار دے، جیسا کہ دوسری اعلیٰ عدالتوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی قانون کو اس بنا پر کالعدم قرار دے سکتی ہیں کہ وہ دستور کے تحت دیے ہوئے بنیادی حقوق کے منافی ہے۔ چونکہ وفاقی شرعی عدالت نے یہ قرار دینے سے انکار کر دیا کہ متذکرہ قانون احکام اسلام کے منافی ہے تو انہوں اس عدالت کے شریعت مرافعہ بنچ میں اپیلیں دائر کر دیں۔ سپریم کورٹ کا یہ شریعت مرافعہ بنچ دستور کے باب 3۔الف کے تحت تشکیل دیا گیا ہے اور اسے وفاقی شرعی عدالت کے آرٹیکل 203۔ڈی کے تحت دیے ہوئے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کا کلی اختیار حاصل ہے۔ یہ بنچ عدالت کے تین مستقل ججوں اور دو علماء ججوں پر مشتمل ہے۔ اس بنچ کے مستقل جج، سپریم کورٹ کے تین ایسے سینئر جج ہیں جو تقریباً بیس سال سے اعلیٰ عدلیہ کے ارکان چلے آ رہے ہیں، جبکہ علماء جج، عالمی شہرت کے حامل ایسے سکالرز ہیں جو نمایاں دینی اداروں کے منتظم اور سربراہ ہیں اور مختلف علوم میں اعلیٰ درجے کی صلاحیت کے مالک ہیں۔ وہ شریعت مرافعہ بنچ میں تقرری سے قبل وفاقی شرعی عدالت میں خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔

ان اپیلوں کی سماعت 22/ 5/ 1985ء کے لیے مقرر ہوئی تھی لیکن اپیل کنندگان کی جانب سے ایک درخواست پر ملتوی ہو گئی۔ (اپیل نمبر 24/ 1984ء کے اپیل کنندہ نمبر 1 نے اپنی علالت کی بنا پر چند ماہ کے لیے التوا کی استدعا کی۔ اپیل نمبر 25/ 1984ء کے اپیل کنندگان کے ایڈووکیٹ آن ریکارڈ نے بھی التواء کی درخواست کی تائید کی)۔ اڑھائی سال کے بعد ایک دفعہ پھر یہ فل بنچ کے سامنے سماعت کے لیے آئیں۔ ہمارے معمول کے مطابق اس نوع کے مقدمات کی سماعت کم از کم پانچ

ججوں پر مشتمل بنچ ہی کرتے ہیں اور دونوں علماء جج ایسے بنچ کا لازمی حصہ ہوتے ہیں۔

اس پس منظر میں ہمیں توقع تھی کہ اس باران اپیلوں کی سماعت ضرور ہوگی' لیکن ہم یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوئے کہ دوبارہ اسی اپیل کنندہ نے مزید ایک سال کے لیے التوا کی درخواست بھیج دی ہے۔اب کی بار اس بنا پر کہ اگرچہ وہ بیماری سے شفایاب ہو چکا ہے لیکن اس کا حافظہ ابھی تک پوری طرح بحال نہیں ہوا' اس نے کوئی وکیل نہیں کیا۔اس نے اصرار کیا کہ اگر سماعت ملتوی کر دی جائے تو وہ اپنے مقدمے پر خود بحث کرے گا۔

اس درخواست کے اپنے حقیقی ثبوت اور اپیل میں اس کے شریک ساتھی سے' جو ایڈووکیٹ ہے' کچھ استفسارات سے واضح ہوا کہ یہ سب عذر لنگ ہے' اس لیے ہم نے طویل التوا کو مسترد کرتے ہوئے حکم دیا کہ درخواست گزار/اپیل کنندہ اگلے روز لازماً پیش ہوکر اپنے مقدمے پر بحث کرے۔

جب دوسری اپیل (نمبر25/ 1984ء) سامنے آئی تو اسے پیش کرنے والے اپیل کنندگان اس سے بھی بڑی حیرت کا ذریعہ بنے۔وہ بھی مقدمے پر بحث کرنے کے لیے آمادہ نہ تھے۔دو سال پیشتر بھی دو درخواستوں پر جو ریکارڈ پر موجود ہیں' اسی طرح کی کوششیں کی گئی تھیں۔اپیل کنندگان کو اس امر کا بخوبی علم تھا کہ ان درخواستوں میں کی گئی استدعا کی نوعیت ایسی ہے کہ عدالت میں کم از کم ان کی سماعت کی تاریخ کے تعین کے احکام حاصل کیے جا سکتے تھے۔ان کا تعلق وفاقی شرعی عدالت کے سامنے مقدمے کی کارروائی کے ٹیپ ریکارڈز طلب کرنے اور اپیل کی سماعت سے قبل ہی زیر بحث فیصلے کے ایک حصے کو قلم زد کرنے سے تھا۔

شاید ایسا ہی ہو کہ پہلی درخواست کا مقصد' جیسا کہ عدالت میں وضاحت کی گئی تھی' وفاقی شرعی عدالت کے روبرو ان دلائل کی نوعیت کے بارے میں نزاع کو رفع کرنا تھا' جن کا زیر بحث فیصلے کے صفحات 9 تا 152 میں تذکرہ کیا گیا ہے اور جنہیں دوسری درخواست میں قلم زد کرنے کی استدعا کی گئی تھی۔اس درخواست کے اختتام پر عدالت کو بتایا گیا کہ وہ ''اپیل کی سماعت شروع کرنے سے قبل ہی'' اس نکتے کا فیصلہ کرے' وگرنہ اپیل کنندگان کی ''اس اپیل میں کوئی دلچسپی باقی نہ رہے گی۔'' یوں اپیل کو مزید ایک طویل مدت کے لیے ملتوی کرانے کی سنجیدہ کوشش کی گئی۔

کچھ بحث کے بعد ہم نے اس مرحلے پر ٹیپ ریکارڈز طلب کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ امر غیر ضروری التواء کا موجب ہوگا۔تاہم' ہم نے اس وقت اپیل کنندگان کو یقین دلایا کہ اگر وہ اپنی اپیلوں پر بحث کریں گے اور ان کی سماعت کے دوران اگر ہم

نے ٹیپ ریکارڈ طلب کرنے کی ضرورت محسوس کی تو ہم ازخود ایسا ضرور کریں گے۔

اس مرحلے پر پہلی درخواست پر مزید زور دینے کی اور کوئی گنجائش نہ پا کر دوسری درخواست پر زور دیا گیا۔ ان حالات میں یہ بھی غیر معمولی نوعیت کی درخواست تھی۔ درحقیقت ہمیں یہ بتایا جا رہا تھا کہ زیر بحث فیصلے کے تقریباً دو تہائی حصے کو غیر ضروری' غیر متعلق اور اپیل کنندگان کے مذہبی حقوق کے لیے اشتعال انگیز' ہونے کی بنا پر ''قلم زد'' کر دیا جائے۔ وہ یہ بھول رہے تھے کہ دستور کے آرٹیکل 203۔ ڈی کے تحت نئی تقسیم کے دائرہ کار کے حقائق اور پہلو بھی بنیادی اور لازمی طور پر دین اسلام ہی سے متعلق ہیں۔ ان سے مطالبہ یہ تھا کہ وہ یہ ثابت کریں کہ زیر بحث قانون دین اسلام کے احکام کے منافی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ جن امور کا فیصلے کے صفحہ 8' پیراگراف 13 اور 14 میں تذکرہ کیا گیا ہے (اور جنہیں قلم زد کرنے کی استدعا نہیں کی گئی) وہ ثابت کرتے ہیں کہ چند رسمی بیانات کے سوا جو غالباً فیصلہ اپیل کنندگان کے خلاف ہونے کی صورت میں موقف بدلنے کے لیے دیے گئے تھے' وہ ''اصرار'' اور ''زور'' سے دلائل دیتے رہے کہ وہ غیر مسلم نہیں ہیں اور جب انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ریکارڈ درست نہیں ہے تو فاضل ڈپٹی اٹارنی جنرل نے جو خود وفاقی شرعی عدالت میں موجود تھے' ان کی تردید کی۔ خود ہم نے بھی محسوس کیا کہ اپیل کنندگان نے اپیل نمبر 24/ 1984ء کے ضمیمے کے پیراگراف نمبر 1 میں زیر بحث فیصلے کے صفحہ 9 کے ابتدائی حصے میں تحریر کردہ حقائق کی صحت کا انکار نہیں کیا ہے' البتہ اس کے دائرۂ کار کے پہلو پر اعتراض کیا گیا ہے۔

قلم زد کرنے کے سوال کی سماعت کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ اپیل نمبر 25/ 1984ء میں کی گئی استدعا کو اپیل کی سماعت سے قبل بطور ابتدائی دادرسی منظور نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں البتہ اپیلوں کی باقاعدہ سماعت کے دوران اگر ضرورت پڑی تو قلم زد کرنے کے لیے متعلقہ نکات اور اجزاء کو آخری فیصلے کے احکام میں یقیناً ملحوظ رکھا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے کسی قانون کا حوالہ نہیں دیا گیا کہ مرافعاتی دائرۂ کار میں ایسا کرنا مناسب اور قانونی طریقہ نہیں ہے۔ ایسی صورت میں اس امر کا بھی جائزہ لیا جاتا کہ آیا آرٹیکل 203۔ ایف کے تحت دیے گئے خصوصی اختیار کی گنجائش کی رو سے زیر بحث فیصلے کی صحت اور ''وجوہ'' کی بنیاد پر اس کے کسی متنازعہ حصے یا حکم کو قلم زد کرنا' منسوخ کرنا یا بحال رکھنا ہمارے لیے قانونی طریقہ ہے' جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ چونکہ اپیل کنندگان خود پہلے ہی فیصلہ کر چکے تھے (کہ اگر ان کی استدعا منظور نہ کی گئی تو انہیں اپیل سے کوئی دلچسپی نہ رہے گی) اس لیے انہوں نے موضوع کے اس پہلو پر' جس سے زیر بحث فیصلے کی قطعیت طے ہونا تھی' بحث کرنے میں سرے سے کوئی دلچسپی نہیں لی۔

اگلی درخواست کو جو ان دونوں اپیلوں میں چوتھی ہے' لینے سے قبل اس امر کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اس

فیصلے کی تحریر کے دوران اپیل کنندگان کی جانب سے اس عدالت کو اور وفاقی شرعی عدالت کو پیش کی گئی بحثوں اور یادداشتوں میں دیکھا ہے کہ انہوں نے اس نکتے پر یقیناً استدلال کیا ہے کہ وہ غیر مسلم نہیں ہیں۔ اگر اپیل کنندگان اپنی اپیلوں پر بحث کرتے تو ہم لازماً ان سب امور پر دستوری نقطہ نگاہ سے غور کرتے' نیز ہمارے سامنے اور وفاقی شرعی عدالت میں ان کے بیانات زیر غور آتے۔ بعدازاں اس قانونی نکتے کا ضرور جائزہ لیا جاتا کہ اگر اپیل کنندگان اس نکتے پر بحث کریں اور عدالت سے اس پر فیصلہ دینے کی درخواست کریں اور یہ فیصلہ ان کے خلاف ہو جائے تو کیا وہ آرٹیکل 203۔ایف کے تحت اپنی اپیل میں ایسے استدلال پر مبنی فیصلے کو درخواست میں بیان کردہ اسباب کی بنا پر قلم زد کرا سکتے ہیں؟ یا یہ کہ وفاقی شرعی عدالت کو اس معاملے میں کوئی اختیار نہ تھا۔

اپیل نمبر 25/ 1984ء میں اپیل کنندگان کی آخری درخواست (اپیل نمبر24/ 1984ء میں ایسی کوئی درخواست نہیں کی گئی ہے) میں اس بنچ سے تعصب کی بنا پر دونوں علماء ججوں کو خارج کرنے کی استدعا کی گئی تھی۔ بتایا گیا ہے کہ انہوں نے ہمارے سامنے پیش کردہ اپیلوں میں زیر بحث قانون جیسے ایک قانون کے وضع کرنے کے حق میں رائے دی تھی۔ اس بارے میں تحریری مواد بھی ریکارڈ میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کے جائزے کے بعد ہم نے محسوس کیا ہے کہ یہ سرسری انداز میں رائے کے اظہار کا مسئلہ ہے اور وہ بھی پورے دلائل سنے بغیر' جیسا کہ حکم امتناعی کی درخواستوں یا باقاعدہ مقدمات کو منظور کرنے کے لیے ابتدائی دلائل کی سماعت کے وقت یا اس مقصد کے لیے اس عدالت میں بھی اپیلوں کو منظور کرتے ہوئے جج اکثر کرتے ہیں۔ اسے کبھی بھی حقیقی طور پر نہیں لیا جاتا کہ اسے کسی طرح کا تعصب' طرفداری یا ممانعت قرار دیا جا سکے۔ علاوہ ازیں' جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے' دوسروں کے مقابلے میں علماء جج سورۃ النساء کی آیت 135 کے حکم کے زیادہ پابند اور فکرمند رہتے ہیں۔ یہ آیت مع ترجمہ درج ذیل ہے:

یٰایها الذین اٰمنوا کونوا قومین بالقسط شهداء لله ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فالله اولی بهما فلا تتبعوا الهوی ان تعدلوا وان تلوا او تعرضوا فان الله کان بما تعملون خبیراo

''اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے رہو۔ خواہ وہ تمہارے اپنے یا تمہارے ماں باپ یا رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ فریق خواہ مالدار ہو یا نادار اللہ ان کا زیادہ خیرخواہ

ہے۔ پس تم خواہش نفس کی پیروی نہ کرنا کہ حق سے ہٹ جاؤ۔ اور اگر تم ہیر پھیر کرو گے یا پہلوتہی کرو گے تو یہ یقین رکھو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔" (سورۃ النساء' آیت 135)

قرآن کریم اور سنت نبوی میں ایسے احکام بکثرت موجود ہیں' جن میں بے لاگ عدل پر زور دیا گیا ہے۔ مغربی تصورِ قانون کے مقابلے میں ہمارے نظام سیاست میں اس کی اہمیت زیادہ واضح ہے۔ توحید اور رسالت کے بعد یہ تقویٰ کی طرح بنیادی اصولوں میں سے ایک اہم اصول ہے۔ پھر عدل کے بارے میں اسلام کا نظریاتی پہلو مغربی نظریات سے زیادہ وسیع ہے۔ اسلامی تصور میں یہاں تک موجود ہے کہ وہ انسان کو ایسے مقدمے اور فیصلے کی سماعت سے بھی نہیں روکتا جو خود اس کے خلاف ہو۔ قرآن کریم اسے ناممکن قرار نہیں دیتا' اگرچہ ایسا انتہائی معاملہ صرف شاذونادر ہی واقع ہوتا ہے۔

وفاقی شرعی عدالت نے "وفاقِ پاکستان بنام حضور بخش اور دودیگر" (پی۔ ایل۔ ڈی 1983ء ایف۔ ایس۔ سی 255' صفحہ 281 اور 302) میں اسی طرح کے ایک اعتراض کو نمٹایا تھا جو قطعی ہے۔ اس میں مس عاصمہ جیلانی بنام حکومت پنجاب اور دیگر (پی۔ ایل۔ ڈی 1972ء ایس۔ سی 139' صفحہ 178)' ذوالفقار علی بھٹو بنام سٹیٹ (پی۔ ایل۔ ڈی 178 ایس۔ سی 125' صفحہ 132) اور میکسویل کی تعبیر قوانین (ایڈیشن 12) صفحہ 50-51 اور انگریزی قانون کے ایک مقدمے ری میو (1862ء) 31 ایل۔ جے۔ بی۔ کے 87' کا حوالہ دیا گیا تھا۔

جن آراء کا اپیل کنندگان نے سہارا لیا ہے اگر انہیں عدالتی مفہوم میں سنجیدگی سے بھی لیا جائے' حالانکہ بات ایسی نہیں ہے تو پھر بھی یہاں اسلام میں رجوع کا اصول لاگو ہوگا۔ عدالت میں جو کچھ ہوا' اسے مدنظر رکھتے ہوئے اس پہلو پر زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دونوں علماء ججوں نے بتایا ہے کہ ان کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اگر دلائل کی سماعت کے بعد انہوں نے اپنی کسی سابقہ رائے سے رجوع کرنے کی ضرورت محسوس کی تو ایسا ضرور کریں گے۔ اب یہ دریافت ہوا ہے کہ دونوں فاضل علماء جج کئی اہم معاملات پر ایسا کر چکے ہیں' مثلاً ایک مسئلہ کسی تعزیری جرم میں سزائے موت دینے کا ہے۔ ایک اور مسئلہ دارالحرب میں کسی مسلمان کے سود لینے سے متعلق ہے۔ اس نکتے کے بارے میں وہ دونوں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کے پیروکار ہیں۔ اس کے لیے دیکھئے: حیات امام ابوحنیفہ از محمد ابوزہرہ کا اردو ترجمہ' شائع کردہ: ملک سنز۔ اس میں ان کا یہ قول منقول ہے:

وکان الامام ابوحنیفة یقول حرام علی من لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی' وکان اذا افتی یقول: ھذا رای ابی حنیفة وھو احسن ما قدرنا علیه' فمن جاء باحسن منه فھو اولی بالصواب' وکان

يقول: اياكم و راء الرجال. (المیزان للشعرانی۔جلد1'صفحہ 63'طبع مصر)

''امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: جو شخص میری دلیل سے ناواقف ہے' اسے میرے کلام سے فتویٰ دینا حرام ہے۔آپ فتویٰ صادر کرتے وقت ارشاد فرماتے کہ یہ ابوحنیفہ کی رائے ہے جو ہماری بساط کی حد تک سب سے بہتر ہے' اگر کسی کو اس سے زیادہ عمدہ قول مل سکے تو وہ زیادہ قرین صحت ہوگا۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کی آراء سے بچو۔''

صرف یہی نہیں ہم نے اعتماد و یقین کی ضامن اس کارروائی کے علاوہ ایک اسی طرح کی صورت پاکستان بنام عبدالولی خان (پی ایل ڈی 1976ء ایس سی 57 صفحہ 188۔ پاکستان سپریم کورٹ رپورٹس 1975) میں اس عدالت کے طے کردہ ایک اصول کو سامنے رکھا ہے۔ جب اس مقدمے کی سماعت کرنے والے بنچ میں دو ججوں کی شمولیت پر اعتراض کیا گیا تو اس رپورٹ کے صفحہ 214 پر درج حسب ذیل رائے دی گئی:

''جہاں تک بنچ کی تشکیل پر اعتراض کا تعلق ہے تو فاضل وکیل کو پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ مقدمے کے کسی بھی فریق کو یہ دعویٰ کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں کہ اس کا مقدمہ اس کی اپنی پسند کا مخصوص جج سماعت کرے۔اعلیٰ عدالتوں کے معاملے میں یہ صرف متعلقہ جج یا ججوں کی اپنی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ یہ فیصلہ کریں کہ وہ کسی مخصوص مقدمے میں بیٹھیں گے یا نہیں بیٹھیں گے۔مسٹر ولی خان کو بتا دیا گیا ہے کہ جن دونوں فاضل ججوں کے خلاف اعتراض کیا گیا ہے' انہوں نے یادداشت قلمبند کی ہے جو اب اس مقدمے کے ریکارڈ کا حصہ بن چکی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ انہیں اس مقدمے کی سماعت کے لیے بیٹھنے سے کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔اس اعتراض کی بنیاد محض ظن و تخمین پر رکھی گئی ہے۔اس لیے یہ ہماری رائے میں بے جواز ہے۔متعلقہ جج اپنی ذمہ داریوں سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ اس ریفرنس کی سماعت کے لیے بیٹھنے کے اہل نہیں ہیں۔اس لیے اس اعتراض کو مسترد کیا جاتا ہے۔''

اس مقدمے میں متعلقہ اصولوں پر بحث کر دی گئی تھی' اس لیے مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔اپیل کنندگان نے اس مقدمے کا حوالے دینے سے پہلو تہی کرتے ہوئے ایک دوسرے مقدمے چیئرمین فیڈرل لینڈ کمیشن اور دیگر بنام سردار عاشق محمد خان مزاری و 37 دیگر افراد (1985 ایس۔سی۔ایم۔آر 317) کا حوالہ دینے پر اصرار کیا' جو معلوم ہوتا ہے' رپورٹنگ کے لیے منظور نہیں کیا گیا تھا۔تاہم جب رپورٹ کے اختتام پر بنچ کے دونوں ججوں کی رائے سے معترض کو آگاہ کیا گیا تو اس مقدمے پر مزید زور نہیں دیا گیا۔تاہم ولی خان کے مقدمے کو نمایاں کرنے کی پھر کوشش کی گئی۔ہم نے اس نکتے پر اتفاق نہیں کیا' پھر دونوں

علماء ججوں سے استفسار کیا گیا کہ آیا وہ اس بنچ میں بیٹھنے میں کسی طرح کی کوئی پریشانی محسوس کریں گے؟ دونوں نے نفی میں جواب دیا۔ یہ ساری کارروائی ایسے متین انداز میں جاری تھی کہ ہمیں حقیقتاً محسوس ہو رہا تھا کہ اپیل نمبر25/ 1984ء کی سماعت شروع ہو جائے گی۔ لیکن یکا یک اپیل میں شریک اپنے دوسرے ساتھیوں سے مشورہ کیے یا ایڈووکیٹ آن ریکارڈ کو اطلاع دیے بغیر اپیل کنندہ نمبر 1 نے' جو اس وقت عدالت میں کھڑا تھا' اعلان کر دیا کہ وہ اپیل واپس لیتا ہے۔ ہم نے اسے بتایا کہ اس نے دوسروں سے مشورہ نہیں کیا۔ اس پر اس نے اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا کہ ان کا بھی یہی موقف ہے۔ پھر عدالت میں حاضر دوسرے اپیل کنندگان اور ایڈووکیٹ آن ریکارڈ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپیل واپس لے لی۔ نتیجتاً ہم نے اسے خارج کرنے کا حکم دے دیا۔

اس بات پر ہمیں مزید حیرت ہوئی کہ اپیل نمبر24/ 1984ء جو جیسا کہ پہلے تذکرہ ہوا' اگلے دن پھر ملتوی ہو گئی تھی۔ اس میں شریک دوسرا اپیل کنندہ بھی اٹھا اور اس نے کوئی دلیل دیے یا وجہ بتائے بغیر اپیل واپس لے لی۔ اس امر پر زور دیا جاتا ہے کہ اپیل نمبر24/ 1984ء میں ایسی کوئی درخواستیں شامل نہ تھیں جیسی کہ اپیل کنندگان نے اپیل نمبر 25/ 1984ء میں دائر کی تھیں۔ تب اسے اپیل میں شریک دوسرے ساتھی کے رویے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ اس سے اس مقصد کے لیے رابطہ قائم کیا جائے گا۔ اگلے دن اس اپیل میں کوئی شخص حاضر نہ ہوا۔ ہم نے کافی دیر انتظار کیا اور پھر مجبوراً اسے اگلی تاریخ پر ملتوی کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ اگرچہ حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے ضرورت ہوتی تو ایک مقدمے بی۔ زیڈ کیکاؤس بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگران (پی۔ ایل۔ ڈی 1982ء ایس۔ سی 409) کی طرح دستبرادی کا فیصلہ بھی دیا جا سکتا تھا۔ ہم نے غیر حاضر فریق کے مفاد میں ایسا کرنے سے احتراز کیا۔ کچھ دیر بعد مسٹر منظور الٰہی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ نے اپنے وکالت نامہ اور دوسری دستاویزات سمیت اپیل کنندہ نمبر 1 کی جانب سے بھی ایک درخواست دائر کی اور اپیل نمبر 24/ 1984ء واپس لے لی۔ واپس لیے جانے کی وجہ سے ہم نے اسے خارج کر دیا۔

اختتام سے قبل اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ مقدمے کے ان حالات میں معقولیت کی خاطر ہم نے اپیل کنندگان کے رویے کے پس پردہ نیت اور محرک کا جائزہ لینے یا دریافت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ دوسری باتوں کے علاوہ یہاں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ اگر وہ اس بارے میں سنجیدہ تھے تو انہوں نے اپیل کی باقاعدہ سماعت سے قبل ہی پہلی دو درخواستوں خصوصاً زیر بحث فیصلے کے بڑے حصے کو قلم زد کر دینے کی درخواست کا فیصلہ کرنے کی استدعا کیوں کی؟ اس عمل سے اسی بنچ کی جانب سے مقدمے

کی حقیقت کا جائزہ لینے کا مسئلہ پیش آتا' جس کی تشکیل پر انہوں نے تیسری درخواست میں اعتراض کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس وقت تک انہیں یہ خدشہ نہیں تھا کہ اس اہم نکتے پر ان سے انصاف نہیں ہوگا اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا' وہ پہلے ہی فیصلہ کر چکے تھے کہ اگر دوسری درخواست نامنظور ہوگئی تو وہ اپیل پر زور نہیں دیں گے۔ اگر انہوں نے اسی وجہ سے اپیل واپس لینا تھی تو پھر ایسا اس مرحلے پر کیوں نہیں کیا گیا' جب ہم نے ان کی سب سے زیادہ غیر معمولی استدعا کو مسترد کر دیا' اور یہ بے بنیاد اعتراض اٹھایا گیا کہ عدالت کے کچھ ارکان متعصب ہیں' حالانکہ وہ اپیل پر زور نہ دینے کا فیصلہ پہلے ہی کر چکے تھے۔

مذکورہ بالا حقائق اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے دونوں شریعت اپیلیں نمبر 24 اور 25 برائے 1984ء واپس لیے جانے کی وجہ سے خارج کی جاتی ہیں اور قرار دیا جاتا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کا زیر بحث فیصلہ ملک میں نافذ العمل رہے گا۔ خرچ کا کوئی حکم جاری نہیں کیا گیا۔

دستخط

مسٹر جسٹس محمد افضل ظلہ چیف جسٹس

جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ جج　　　　جسٹس پیر محمد کرم شاہ جج

جسٹس شفیع الرحمٰن جج　　　　جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی جج

مُہر سپریم کورٹ آف پاکستان

راولپنڈی

....

10-1-1998

11-1-1998

(PLD 1988 SC167)

حاشیہ:

(1) اسلامی تنظیموں کی عالمی کانفرنس (موتمر المنظمات الاسلامیة فی العالم) کی طرف اشارہ ہے' جو 14 تا 18 ربیع الاول 1394ھ (اپریل 1974ء) رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام مکہ مکرمہ سعودی عرب میں منعقد ہوئی تھی۔ اس میں دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں اور حکومتوں کے 140 نمائندہ وفود شریک ہوئے تھے۔ اس کانفرنس نے قادیانیوں کے بارے میں جو قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی تھی' وہ یہ ہے:

''قادیانیت یا احمدیت'' یہ ایک ایسا تخریبی گروہ ہے جو اپنے ناپاک مقاصد کو چھپانے کے لیے اسلام کا نام استعمال کرتا ہے۔ اس کے اسلامی تعلیمات کے منافی بنیادی امور یہ ہیں:

(1) اس کے بانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

(2) یہ قرآن کریم کی آیات میں تحریف کرتے ہیں۔

(3) یہ جہاد کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔

قادیانیت' برطانوی سامراج کی پروردہ ہے اور یہ اسی کی حمایت اور سرپرستی میں ترقی کر رہی ہے۔ یہ امت مسلمہ کے مسائل اور معاملات میں خیانت کرتی رہی ہے اور سامراج اور صیہونیت کی وفادار ہے۔ قادیانیت' اسلام دشمن طاقتوں سے تعاون کرتے ہوئے اسلامی عقائد اور تعلیمات کو مسخ کرنے اور ان میں تحریف کرنے کے لیے ان کے آلہ کار کے طور پر کام کرتی ہے۔ ان مقاصد کے لیے قادیانیت یہ ذرائع اختیار کرتی ہے:

(الف) اسلام دشمن عناصر اور طاقتوں کی امداد سے ایسی عبادت گاہوں کا قیام' جن میں گمراہ کن قادیانی افکار کی تعلیم دی جاتی ہے۔

(ب) سکول' ادارے اور یتیم خانے قائم کر کے لوگوں کو قادیانیت کی اسلام دشمن سرگرمیوں کی تعلیم دینا۔ علاوہ ازیں قادیانی مختلف عالمی اور مقامی زبانوں میں قرآن کریم کے تحریف شدہ تراجم کی اشاعت کرتے ہیں۔

ان خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے کانفرنس سفارش کرتی ہے کہ:

(1) تمام اسلامی تنظیمیں اس امر کا اہتمام کریں کہ قادیانیوں کی سرگرمیوں کو ان کے سکولوں' اداروں اور یتیم خانوں کے اندر محدود کیا جائے۔ نیز مسلمانان عالم کو ان کے ہتھکنڈوں سے بچانے کے لیے عالم اسلام کو ان کی حقیقت اور سیاسی

سرگرمیوں سے آگاہ کیا جائے۔

(2) اس گروہ کے کافراور اسلام سے خارج ہونے کا اعلان کیا جائے اور اسی وجہ سے مقدس مقامات میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔

(3) مسلمان، قادیانیوں یا احمدیوں کے ساتھ کوئی لین دین نہ کریں، نیز ان کا معاشی، سماجی اور تعلیمی بائیکاٹ کیا جائے، نہ ان سے شادی بیاہ کیا جائے اور نہ انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ان سے ہر طرح، کافروں جیسا برتاؤ کیا جائے۔

(4) تمام اسلامی حکومتوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ نبوت کے مدعی مرزا قادیانی کے پیروکاروں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کو روکیں اور انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیں اور انہیں حکومت کی کلیدی اسامیوں پر تعینات نہ کریں۔

(5) قرآن کریم میں قادیانیوں کی تحریفات کی تصاویر شائع کی جائیں اور ان کے تراجم کا شمار کر کے لوگوں کو ان سے متنبہ کیا جائے۔نیز ان تراجم کی نشر و اشاعت کو روکا جائے۔

(6) اسلام سے منحرف ہونے والے تمام گروہوں سے قادیانیوں جیسا سلوک کیا جائے۔